

افکار و آرا

ترآنی نظریہ اور حلت سود مفرد

مسئلہ سود و سود کی حرمت کا بالکل ہی واضح ہے کسی کو اختلاف نہیں۔ اس لئے کہ اس طریق میں سود خوار کا دل سخت سے سخت ہوتا جاتا ہے اور مقروض کی پریشانی میں اضافہ پر اضافہ۔ یہی وجہ ہے کہ سود و سود خوار کو ظالم کہا گیا ہے۔ تمام علماء بنک کے سود مفرد کو بھی حرام قرار دیتے ہیں۔ البتہ ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کا اصرار ہے کہ مسلمانوں اور مسلم حکومتوں کی مالی اپنی اور زبوں حالت کے پیش نظر اس قدر رعایت کی جائے کہ بنک سے سود پر قرض لینا اور بنک کی جانب سے سود پر قرض دینا جائز کر دیا جائے تاکہ جیسے ہی مالی حالات درست ہو جائیں، اس بگڑے طریق سود مفرد کو بھی بالکل ہی ترک کر دیا جائے۔

انجی آئیڈ میں ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ امریکہ و برطانیہ و روس متمول ممالک بھی اس وقت تک بنک سے سودی لین دین کر رہے ہیں تاکہ یہ ممالک سیح منصوبوں کی تکمیل کرتے رہیں۔ وہ ان کے منافع سے تعلق رقم سود مفرد ادا کرتے رہیں۔ مجھ کو عرصہ سے حیرت رہی کہ حکومت پاکستان اسلامی سلطنت ہونے اور علماء کے سخت اصرار کے باوجود سودی کاروبار کی مخالفت نہیں کر رہی ہے۔ بلکہ اُس نے خود اسٹیٹ بنک قائم کر کے سودی کاروبار جاری کر رکھا ہے۔ میرے سامنے قرآن کی اہم ترین آیت آئی کہ جب کبھی کسی بھی مسئلہ میں (چھوٹے سے چھوٹا ہو یا بڑے سے بڑا) اختلاف ہو تو "القرآن سے اللہ تعالیٰ کا حکم حاصل کیا جائے۔ چنانچہ واضح آیت شریف ہے: "فما اختلفتم فیہ من شئ فحکمہ الی اللہ"۔ من بیان یہ ہے۔ یعنی بلا تخصیص کوئی بات ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔ میں نہایت مختصر عرض کروں گا۔ اس لئے کہ اس مسئلہ سود پر بے شمار علماء نے مضامین لکھے ہیں۔ خصوصاً مولانا ابوالکلام آزاد نے۔ اور ہمارے ڈاکٹر فضل الرحمن نے بھی، جو نہایت طویل اور ساتھ ساتھ تفصیلی وضاحت سے مکمل۔

القرآن کا مخصوص طریقہ ہے کہ جو خرابی کہ قوم میں طویل عمل کے باعث نہایت بخت ہو جاتی ہے اس کو یکایک ختم کرنے کا حکم نہیں دیتا بلکہ پہلی مرتبہ اس کی عام خرابی ظاہر کی جاتی ہے اور اس سے نفرت دلائی جاتی ہے اور قوم بطور

خاص عمل کرتی ہے اور خرابی کو قبول کرتی ہے لیکن ترک کرنے کی ہمت نہیں کرتی بلکہ اس کی آرزو کرتی ہے کہ خدائی احکام ہو جائیں تو خود بخود مجبور ہو کر ترک کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ ترغیبی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اور آخری مرحلہ قطع حکم ترک کر دینے کا دیتا ہے چنانچہ عمل زنا سے روکنے کے لئے پہلا حکم "لا تقربوا الزنی" اس کے بعد خاص خاص عورتوں سے نکاح حرام قرار دیا گیا۔ اس کے بعد صرف چار عدد بیویوں کو ایک ہی وقت میں عقد میں لینے کے احکام دیئے گئے۔

بالکل اسی طرح پہلی مرتبہ دبا کو ظلم ظاہر کیا گیا کہ اس عمل سود در سود سے جو دولت میں "اضعافاً مضاعفۃ" کی بڑھوتری دکھتی ہے، وہ حقیقتاً گھن لگا ہوا مٹی کے ڈھیر کے مانند ہے۔ بمقابلہ اس کے الزکوٰۃ (یہاں بعضی الصدقات) کے طور پر جو دولت صرف کی جائے، اس کا معاوضہ بھی "اضعافاً مضاعفۃ" حاصل ہوگا۔ لہذا مفید طریقہ "الصدقات" کا ہے۔ قوم نے اس پر غور کیا اور سود در سود کے کاروبار کے سہلے والوں میں واضح سخت دلی اور ظلم پایا گیا اور مقروض میں پریشانی اور بیکسی کی حالت۔ پس اکثر بیشتر افراد قوم اس کے ترک کرنے پر راجب پائے گئے۔ البتہ اللہ کی جانب سے ممانعتی احکام کے منتظر رہے۔

دوسرے قدم پر ممانعتی احکام جاری ہوئے لیکن اس میں ترغیبی پہلو رکھا گیا تاکہ قوم کا زیادہ حصہ اس پر عمل کرے۔ چنانچہ واضح آیت ہے "یا ایہا الذین امنوا لا تأکلوا الرباضاعافاً مضاعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون"۔ پہلی آیت کا تعلق تمام انسانوں کے لئے تھا (کافۃ للناس)۔ لیکن اس آیت کے مخاطب صرف مومنین (مسلمین) ہی ہیں۔ ان کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ ایسا الربا جس کے ذریعہ منافع و درمنافع (سود در سود COMPOUND INTEREST) حاصل ہو اس کو اختیار نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ چونکہ اس طریق میں سونوار ظالم ہو جاتا ہے اور مقروض مظلوم۔ اور اللہ کے سامنے اس ظلم کے عمل سے ڈر اور بچتے رہو۔ بہت ممکن ہے کہ تم کو فلاح اور خوشحالی حاصل ہو۔ بہت فکر و غور و بصیرت سے اس آیت کی فصاحت و بلاغت کو دیکھئے۔ اس آیت کے ذریعہ اس قسم کے دبا (یعنی منافع) حاصل کرنے کے طریق کار کی ممانعتی ترغیب دی گئی ہے کہ جس کے ذریعہ منافع و درمنافع یعنی سود در سود حاصل ہو یعنی اس قسم دبا کے علاوہ دوسرے اقسام نفع کمانے کے جو بھی ہیں یا ہو سکتے ہیں، ان کی ممانعت بالکل نہیں ہے۔

(اھم نوٹ)۔ اصول قانونی کے لحاظ سے صرف ممنوعہ اشیاء و افعال و اعمال کو ظاہر کیا جاتا ہے چنانچہ آیت "حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر..... اور حرمت علیکم امھانکم و بنااتکم....."

اور اگر غیر ممنوع جائز و حلال اشیاء و اعمال و افعال کے مجسّم کسی کی ممانعت کرنی ہو تو اُس کی ممانعت بطور خاص کی جاتی ہے۔ چنانچہ آیت ”حرم علیکم صید البرماد متد حرماتہ بوجہ صدّ صرف ایسا قرض جس پر نفع“ اضعافاً مضاعفة“ لیا جائے، ممنوع اور حرام قرار دیا گیا یعنی اس کے علاوہ دوسرے اقسام قرض پر نفع کمانا جائز و حلال خود بخود قرار پاتا ہے۔ ایک اہم ترین غلط فہمی یہ ہے کہ جس قرض کو اگرچہ دوستانہ طور پر اور بلا بدل نفع کے دیا گیا ہو، اگر ظلم سے وصول کیا جائے تو یہ بہ مثل الربا کے قرار دیا جاتا ہے میرے نزدیک اس قسم ظلم یا اخلاقی کے تحت آئے گا۔ اس کی وجہ سے قرض کا دیا جانا کسی طرح بھی الربا کے تحت نہیں آتا، ہزاروں مثالیں ہیں کہ ایک ہی نوعیت کی بڑی مختلف اعمال و افعال کی بناء پر ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ تصفیہ سزا وغیرہ کا مثلاً انسانی جان کا جانا قتل سے خودکشی سے یا اقدام قتل وغیرہ سے۔ متذکرہ صدّ وجوہ کی بناء پر السبوا بلا ”اضعافاً مضاعفة“ بالکل ہی جائز ہے یعنی سود مفرد کا دولت پر حاصل کرنا بالکل ہی جائز اور حلال ہے مختصراً یہ کہ بنگا کا ڈیڑھ سو دی لین دین کا بالکل ہی جائز اور حلال اور اس کا ڈیڑھ کے چلانے میں جملہ اشخاص کا کام کاج جائز اور بالکل ہی حلال بلا کسی نقص کے۔ اب غور کیجئے کہ ایک مؤمن مسلمان جو اپنے سود و سود کے کا ڈیڑھ کو اس ترغیبی معاملتی احکام کا اثر لے کر بالکل ہی ترک کر دیتا ہے تو ایسی صورت میں وہ کون سا طریقہ نفع کمانے کا اختیار کرے کہ جس میں نفع یقیناً ہو۔ چاہے کم ہی ہو۔ اور نقصان کا ڈر نہ ہو۔ صدقات میں نفع اضعافاً مضاعفة یقینی لیکن آخرت میں تجارت میں نقصان کا زیادہ ڈر۔ مسلمان میں محفوظ رکھنے میں چور ڈاکو کا خوف حضرت خضرؑ کو دیوار درست کرنی پڑی۔ اور خود کی جان کا بھی خوف۔ قرض حسنہ کی واپسی کی توقع یقینی نہیں۔ اب اس مؤمن مسلمان کے لئے ایک ہی طریقہ نفع کمانے کا دیا جاتا ہے جو کہ السبوا بلا اضعافاً مضاعفة کے ہو یعنی ربا مفرد کا یعنی عام زبان میں سود مفرد کا۔ اور وہ بھی بنگا کے ذریعہ تاکہ اس مؤمن مسلمان کی دولت بنگا کا ڈیڑھ کرے۔ اور اس دولت مند کو ہر ختم سال پر پانچ نام کا سود مفرد ادا کرے۔ بنگا پہلے اپنے اخراجات کا ڈیڑھ کے منہا کر لے گا۔ اس کے بعد کچھ فی صد پس انداز کرے گا اس کے بعد جو کچھ باقی ہے، اس میں سے اس دولت مند کو نفع ادا کرے گا جو زیادہ سے زیادہ فی سال فی صد پر پیشہ شکل انتہائی پانچ فی صد ختم سال پر نفع وصول ہو سکے گا۔ بنگا اس دولت مند کی جانب سے اپنے قرض خواہوں سے زیادہ سے زیادہ بارہ فی صد ختم سال پر نفع حاصل کرے گا پس نتیجہ بالکل واضح ہے کہ دولت مند کو فی ماہ ایک سو بیسہ پور صرف چھ آنے آٹھ پیسے حاصل ہو سکے یعنی روزانہ تقریباً ڈھائی پیسے صرف کیا اس نفع پر ”سو“ کا لفظ صاق آسکتا ہے، ہرگز نہیں اور ہرگز نہیں مقررہ حاجت مند اپنی شرمندگی کو دور کرنے کے لئے نجوشی فی سال فی صد سو بیسہ پر بارہ سو بیسہ ادا کرتا ہے تاکہ کچھ احسان بدل ہو سکے موجب القرآن ”هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ ایک یونٹ سے یونٹ شخص بھی کیا اس ایک سو بیسہ سے روزانہ صرف ڈھائی پیسے ہی نفع کمایا کرے گا۔ فلا سوچئے کیا یہ ڈھائی پیسہ فی سینکڑا فی یوم سود مفرد کہلانے کے قابل ہے۔ کیا اس کو سو کا غلیظ اور مکروہ نام دیا جاسکتا ہے۔ رہا ایک نیا سو خوارنی سو بیسہ فی یوم دو آنہ سو

(نفع) لیتا ہے۔ اس کو یقیناً سونگہا جائے گا کہ سود دینے سے بھی بڑھ گیا جیسا کہ ابوداؤد میں آئے ہیں پڑھان سے بھی بیوی کو نمبر بڑھ گیا ہے۔ روزانہ مغرب کی
 کہ قرضہ کے پاس آیا اور پانچ سو دو آنہ فی روز پانچ سو روپے کو بھی شے دو آنہ قیمت کی اور چلتا بنا۔ بہر حال خود آیت "لا تأکلوا الربا اضعافا
 مضاعفة سے ہی القرض اس کو واضح کرنا ہے کہ یہاں بہت سے (ROAD CLOSED) کی سختی لگ چکی ہے۔ پس اس شاہراہ کے علاوہ
 دوسری کوئی اور شاہراہ اپنی دولت سے نفع حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاسکتی ہے۔ اور آخری آیت میں نہایت مدافعتی طور پر ظاہر کرتا ہے کہ دولت کے دوسری
 راہ تجارت بھی ہے جس سے نفع کمایا جاسکتا ہے۔ اور تجارت کا نفع بالکل ہی جائز اور حلال۔ اس لئے کہ بائع (فروخت کنندہ) نے اپنی شے کی قیمت
 جس میں کچھ نفع فی صد لیکر بیسے ہو یا صد فی صد ہوا ظاہر کر دی۔ اب خریدار چاہے اس قیمت کو قبول کرے یا نہ کرے، اور ہر قسم کی چیز پر قبضہ
 اور ملکیت اگر خریدار دانی میں کچھ مدت کا خواہاں ہے تو اب فروخت کنندہ قیمت میں کچھ بیادانی کر لیتا ہے۔ اگر خریدار قبول کرے تو اب یہ
 قیمت آگے کے لئے قائم یعنی اس المال مستقلہ قائم۔ اگر بعد میں مزید مدت بھی لگی تو قیمت میں بھی (بعد کا قائم) کسی قسم کا اضافہ نہیں چاہئے۔ تا
 کنئی ہی ہو جائے۔ بائع کبھی بھی ایک بیسے یا دو کا طلب نہ ہوگا۔ اور اگر مقدمہ عدالت میں جائے (عدم ادائیگی کی وجہ سے) تو عدالت میں اسی بعد
 کی قیمت کا دعویٰ کیا جائے گا۔ اس المال میں اضافہ نہیں۔ لیکن سود دینے کے معاملہ میں ہر مدت کے اضافہ کی صورت میں بعد کے اس المال میں اضافہ
 ہوتا جائے گا یہاں تک کہ چند سال کے بعد بہت ممکن ہے کہ صرف کئی رقم اس المال سے بھی بڑھ جائے۔ یہی جوہر واضح ہیں کہ جب کہا گیا کہ جس
 طرح تجارت کے مال پر نفع حاصل ہوتا ہے، اسی طرح قرض کی رقم پر بھی ایسی نئی نئی کوئی فرق نہیں۔ یہ اس لئے سمجھی اور ہم عقلی کے الفاظ میں کہ لیتے رہتا
 نے نہایت غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کسی طرح کہے دینے بغیر حکم قطعی دے دیا کہ "احل الله البيع وحرم الربا۔" البیع میں نفع کی حد نہیں۔
 لیکن بنگ کے فیوچر ایک وقت ہو جائے کہ ضرورت کو پورا کرتے ہوئے ایسا قرض حسہ دیتا ہے کہ جس میں بدل حسہ "سومفردی مقلد فی سوسرہ" پر
 فیوچر ایک آؤ کچھ پیسے۔ یا فی سال فی صدر پیسہ پرفیوچر بارہ روپیہ بدل حسہ لیا جائے جس میں بنگ کے کاروبار اور اجازت شامل۔ کچھ پس انداز شامل اور
 خود دولت کے لئے ختم سال پرفیوچر پانچ روپیہ نفع۔ اب میں زیادہ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ البتہ شکایت ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب سے
 ہے کہ جیسا کہ لوگ یقین ہے کہ مسلم معاشرہ (مسلم حکومتیں) اس قدر اپنی ضرورتوں کے تحت مجبور ہیں تو صاف فرمادیں کہ جس طرح کسی
 مجبور کی وجہ سے جب ضرورت نہیں ہو سکتا تو تمیم بالکل ہی جائز اور ادائیگی نماز میں کسی قسم کا شخص نہیں اور ایسے نام کے کچھ جمعیت کی نام
 بلا نقص مکمل مسلمانوں میں "سو" کا لفظ "سو" کے لفظ سے بھی زیادہ قابل نفرت اور منحوس۔ لہذا اخلاقاً نفسیاتی تحریک کہ بنگ کا قرض
 "قرض حسہ" اور بنگ کا "سو" بدل حسہ" کا استعمال ہو کرے۔ لفظ سونگہا بالکل حذف۔ مجھے یقین ہے کہ جدید الفاظ کا استعمال ہو تو سچا
 کے لئے ایک نئی روح کا کام نفسیاتی طور پر ہے گی اور بنگ پورا کاروبار حسن معاشرہ قرار پائے گا۔ اور با آخری التجا ہے کہ نفع عقل سلیم
 (COMMON SENSE) کو ضرور پیش نظر رکھا جائے۔ "اعملوا ما تشاءوا" اب آپ کو اختیار جیسا چاہیں عمل فرمائیں اور مجھ
 فرمائیگی حد تک "وما علینا الا البلاغ" والسلام۔ سید محمد محرم۔ ۱۲۳۳ھ ڈرگ کالونی، کراچی ۲۵